مرزا کاشف علی

ملالہ.....قوم کی بیٹی.....مگر کس ''قوم'' کی؟

نوم چومسکی لکھتا ہے کہ جب جھوٹ تواتر اور منظّم انداز سے بولا جائے تو سچ کی شاندار عمارت زمین بوس ہو جاتی ہے۔ملالہ کے معاملے پر بھی شروع دن سے ایسا ہو رہا ہے۔ ملالہ کو دنیا بھر میں میڈیا نے متعارف کروایا۔گل مکئی کے نام سے بی بی سی کی ڈائری لکھ کر شہرت حاصل کرنے والی ملالہ پر جب حملہ ہوا تو دن رات ملالہ کی رپورٹس میڈیا پر چلائی گئیں۔ دنیا بھر سے اس کے لیے دعائیں اور نیک خواہشات کے پیغامات آنے لگے۔ ملالہ کو قوم کی بیٹی کا نام دیا گیا۔ وہ خود پاکستان کی وزیراعظم بننے کی خواہاں ہے، لہٰذا پاکستان میں بھی اس کے لیے مستقبل کی وزیراعظم بننے کی دعائیں کی جانے لگیں۔صورتِ حال یہ تھی کہ سابق صدر آصف زرداری اور بے نظیر بھٹو کی بڑی بیٹی بختاور نے بھی ملالہ کو پاکستان کی وزیراعظم بننے کی حمایت کردی۔اسی دوران دنیا بھر کی اہم ترین شخصیات نے ملالہ سے ملاقاتیں کیں، امریکی صدر باراک اوباما اور ملکہ برطانیہ تک نے ملالہ کو ملاقات کے لیے بلوایا۔ دوسری جانب ایسے بہت سے معاملات بھی سامنے آئے جن کے تناظر میں ملالہ اور اس کے باپ کو امریکی ایجنٹ قرار دیا جاتا ہے خاص طور پر جب ملالہ کی کتاب ''آئی ایم ملالہ'' سامنے آئی تو اس تاثر کو بھرپور انداز میں تقویت ملی۔

یہاں یہ بات واضح کرنا بھی ضروری ہے کہ گل مکئی کے نام سے بلاگ لکھنے کا معاملہ بھی کھل کر سامنے آچکا ہے جس کے مطابق ملالہ صرف فرنٹ فیس تھی اور اس کا لکھنے لکھانے سے کوئی تعلق ہی نہیں تھا۔خود ملالہ اپنی متنازعہ کتاب ''میں ملالہ ہوں'' میں واضح اعتراف کرتی ہے کہ اس کی تقاریر اس کا باپ ضیاء الدین لکھتا تھا اور یقیناً یہ بات واضح ہے کہ ایک دس سالہ لڑکی ایک عالمی سطح کے پلیٹ فارم پر اس قدر صحافتی زبان میں بلاگ نہیں لکھ سکتی۔حقیقت میں یہ بلاگ بی بی سی کا نامہ نگار عبدالحئی کاکڑ ملالہ کے باپ ضیاء الدین کے ساتھ مل کر تیار کرتا تھا جس کا اعتراف ملالہ نے اپنی کتاب میں مختلف انداز میں کیا ہے۔اسی جھوٹ کا تسلسل ملالہ کی متنازعہ کتاب (I AM MALALA) ہے جو کہ ملالہ کی بجائے مغربی مصنفہ کرسٹینا لیمب نے ضیاء الدین کے ساتھ کے مل کر تیار کی اور پاکستان اور اسلام کو متنازعہ بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ یہ سب یقیناً کسی لحاظ سے بھی اخلاقیات اور تہذیب کے دائرہ میں نہیں آتے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ وہ پاکستان نہیں جسے پوری دنیا میں ملالہ اور اس کا باپ ضیاء الدین پیش کر رہا ہے۔ یہ وہ پاکستان ہے جس پر یقیناً ہر محبِّ وطن پاکستانی کو فخر ہے۔اب یہاں میڈیا کی ذمہ داری بنتی تھی کہ وہ عوام کو بتائے کہ کتاب میں کیا لکھا ہے۔ یہ امید تھی کہ ملالہ کی کتاب کے تنازعات اپنی سنگینی کی وجہ سے ٹی وی چینلز اور ٹاک شوز کے لیے اہم موضوع ہوں گے مگر ایسا کچھ نہ ہوا۔ملالہ کی

کتاب کے متنازع پہلو کیا سامنے آئے کہ میڈیا کو سانپ سونگھ گیا اور ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ ٹی وی چینلز نے تو اپنے اوپر تقریباً ایک ایسی خود ساختہ سنسر شپ لگا دی کہ کتاب کے متنازع اقتباسات سے لوگوں کو آگاہ کیا نہ ہی اس مسئلے پر کوئی بات چیت کی۔ ملالہ کو جب طالبان نے نشانہ بنایا تو تمام لوگوں نے ملالہ سے ہمدردی کا اظہار کیا ملک بھر میں ملالہ سے یکجہتی کا اظہار کرتے ہوئے ہڑتالیں ہوئیں لیکن بہت جلد ایسے معاملات، ویڈیوز اور ثبوت منظر عام پر آئے جنھیں دیکھ کر سارا منظر بدل گیا۔ آج عام پاکستانی کے دل میں ملالہ کے لیے ہمدردی یا محبت کے جذبات کی بجائے نفرت اور حقارت کا جذبہ زیادہ دکھائی دیتا ہے۔ اس کی وجہ واضح ہے یہ ملالہ استعماری قوتوں کا وہ مہرہ بن کر سامنے آئی جسے اسلام اور پاکستان کے خلاف استعمال کر کے اس کی زبان سے وہ الفاظ کہلوانا مقصود ہے جو ان کی سوچ کی عکاسی کرتے ہوں۔ CIA ایجنٹ نیویارک ٹائم کے امریکی صحافی ایڈم بی ایلک New York Times Documentary "CLASS DISMISSED" In Swat Valley کی تیاری کے دوران پٹھان کے بھیس میں چھ ماہ تک ملالہ کے خاندان کے ساتھ ان کے گھر سوات میں رہا۔ اس طرح ضیاء الدین نے مغربی ایجنٹ ہونے کے ثبوت کو اور مضبوط کر دیا۔ نوبل ایوارڈ یافتہ ملالہ کی شخصیت اس کی متنازعہ کتاب اور اس کے نظریات کے سبب واضح ہے کہ وہ کیا سوچتی ہے اور کیا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ آج تک ملالہ اور اس کے تمام سپورٹرز تعلیم اور امن کے لیے ملالہ کی ایک بھی خدمت کو ثابت نہیں کر سکے۔ حیرت ہے کہ ملالہ کی تقاریر ضیاء الدین لکھتا ہے گل مکئی کے نام سے عبدالحئی کاکڑ بلاگ لکھتا ہے۔ ”آئی ایم ملالہ“ کرسٹینا لیمب لکھتی ہے۔ ”I am Malala“ گلوبل مہم سابق وزیر اعظم برطانیہ گارڈون براؤن چلاتا ہے۔ ملالہ کی انٹرنیشنل برانڈنگ عالمی نمبر ون پبلک ریلیشن فرم (Adelman) کرتی ہے۔ اقوام متحدہ اور اقوام عالم کے سربراہان بان کی مون، باراک اوبامہ، ہیلری کلنٹن، انجلینا جولی، میڈونا، بونو سمیت دیگر ملالہ کے لیے دن رات کوشاں ہیں۔ سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین کے ساتھ مضبوط تعلق اور ایک ہندوستانی کے ساتھ نوبل ایوارڈ ملالہ کی شخصیت اور مغربی ایجنڈے کو واضح کرنے کے لیے کافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملالہ کو پاکستان کے اندر سب برا دکھائی دیتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ پاکستانیوں کو بھی ملالہ کے اندر سب برا دکھائی دیتا ہے۔

متنازع برطانوی صحافی کرسٹینا لیمب کی ملالہ کے نام سے تحریر کردہ اس کتاب میں ایسا بہت سا مواد موجود ہے جو مسلمانوں اور پاکستانیوں کے لیے انتہائی حساس نوعیت کا حامل ہے جو کتاب کو متنازع بنانے کے لیے کافی ہے۔ برطانوی اخبار ”سنڈے ٹائمز“ سے منسلک کرسٹینا لیمب پاکستان دشمنی کے حوالے سے پہچانی جاتی ہے اور پاکستانی سیکورٹی ایجنسی نے اسے OB LADAN جعلی ٹکٹ سکینڈل کی بنا پر پاکستان سے ڈی پورٹ کیا تھا۔ ملالہ کی اس کتاب میں ایسے بہت سے نکات ہیں جو قابلِ بحث اور قابلِ گرفت ہیں۔ جیسا کہ اس نے ملعون سلمان رشدی کی کتاب پر اپنے باپ کے حوالے

سے آزادیٔ رائے کے حق کی بات کیوں کی اور ایسا کرنا کیوں انتہائی غلط ہے اور ملالہ کیوں ملعون سلمان رشدی اور ملعونہ تسلیمہ نسرین کی چھوٹی بہن بننے پر فخر محسوس کرتی ہے۔ ملالہ یہودیوں کے اور مغرب کے ڈر سے غزہ فلسطین پر اسرائیل کی سفاکیت، سکولز کی تباہی اور معصوم بچوں کی شہادتوں کے خلاف کیوں کوئی آواز بلند نہیں کرتی۔ اسی طرح دوسرے معاملات جن کا ہمارے عقائد اور دین سے تعلق ہے ان کے متعلق اور دیگر متنازع امور پر بات کرنے کی ملالہ کو کیا ضرورت تھی۔ آخر ملالہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے سے کیوں گریز کیا۔

دوسری جانب مغرب ملالہ کو اس قدر کیوں نواز رہا ہے عالمی سطح پر تو دور کی بات ملکی یا مقامی سطح پر بھی ملالہ کے کریڈٹ پر ایسا کوئی کارنامہ نہیں جس پر اسے اتنے اعزازات اس کے نام سے ایک عالمی دن اور آسمان کے ستارے کو منسوب کیا جانا یقیناً باعث حیرت ہے۔ اب محض آسکر ایوارڈ بچا ہے جو یقیناً ملالہ اور اس کے باپ کا حق ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ وہ بھی جلد ملالہ اور اس کے باپ ضیاء الدین کو مل جائے گا۔ ملالہ کی کتاب پڑھ کر یہ بات سمجھ میں آنے لگتی ہے کہ امریکا و یورپ جنھوں نے نام نہاد دہشتگردی کے خلاف جنگ میں عراق، افغانستان اور پاکستان میں لاکھوں مسلمانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے، جس میں ہزاروں ملالائیں شامل تھیں۔ وہ سوات کی اس ایک ملالہ پر کیوں اتنے مہربان ہوگئے اور اس بچی کو کس مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ امریکہ اور مغرب نے اس طرح اپنا ایک ایسا ایجنٹ تیار کرلیا ہے جس کے منہ سے اسلام اور پاکستان کو لڑکیوں کی تعلیم وحقوق کے نام پر بدنام کرسکے اور بوقتِ ضرورت اسے سابق وزیر اعظم معین قریشی کی طرح پاکستان اور اس کی بے بس عوام پر مسلط کرسکے۔ ڈارلنگ آف دی ویسٹ کے طور پر پہلے تو مغرب نے سلمان رشدی، تسلیمہ نسرین اور مختاراں مائی کو آنکھ کا تارہ بنایا اور اب ملالہ یوسف زئی ڈارلنگ آف دی ویسٹ ہے۔

پاکستانیوں سمیت دنیا بھر کے مسلمان جس بات پر ملالہ سے خائف ہیں اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ملالہ اپنی کتاب میں اللہ، قرآنی آیات اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے پر شرمندہ نہیں۔ ایک مسلمان قاری کتاب پڑھ کر جس بات کا بہت دکھی ہوتا وہ یہ کہ بارہا ملالہ نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم (Peace Be Upon Him) نہیں لکھا۔ غیر مسلموں تک کو Prophet کے ساتھ PBUH لکھتے دیکھا گیا ہے مگر ملالہ نے جو کیا وہ نہ صرف کسی مسلمان کے شایانِ شان نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات کے بھی برخلاف ہے۔ ہر مسلمان کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آنے پر صلی اللہ علیہ وسلم نہ کہنے پر سخت وعید ہے۔ یہاں تک کہ صدر اوباما نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر اپنے پیغامات میں Prophet کے ساتھ PBUH کا ذکر کیا تھا۔ ایک طرف ملالہ سانحہ واقعہ کربلا کے متعلق اہلِ بیت کے لیے اہل تشیع کے محبت بھرے جذبات کا تمسخر اڑاتے ہوئے جہالت اور انھیں سودائی قرار دیتے ہوئے فرقہ واریت کو فروغ دیتی ہے تو دوسری طرف پنجابی، پختون، سرائیکی، سندھی، بلوچی اور سواتی جیسے موضوعات پر صوبائیت کو ہوا دیتی ہے۔ ملالہ

اپنی کتاب میں دینیات کے مضمون کو اسلامیات میں تبدیل کر دینے کو شدید تنقید کا نشانہ بناتی ہے اور پاکستان کو اسلام کا قلعہ قرار دینے پر نالاں ہے اور ازلی دشمن انڈیا کو عظیم قرار دیتی ہے۔ اسلام، نظریہ پاکستان، آئین پاکستان، قائداعظم، پاک آرمی اور مذہبی مدارس کے خلاف بھرپور زہر اگلتی ہے۔ یہ معاملات ایک سولہ سالہ بچی کی سمجھ سے بہت بڑے ہیں مگر ملالہ کا نام استعمال کر کے ان معاملات کو اس انداز میں اٹھایا گیا جو عمومی طور پر مسلمانوں کو دکھ پہنچاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے قانون کے نفاذ پر اعتراض اٹھانا، کتاب میں ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون کو پاکستان میں سخت اور غلط استعمال کیے جانے کی بات کرنا اور توہینِ رسالت کی مرتکب سزا یافتہ آسیہ بی بی کے ساتھ زیادتی کا ذکر کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ کتاب کی مصنفہ اسلام کے بارے میں مکمل طور پر واقفیت نہیں رکھتی۔ قرآنی آیات مبارکہ کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے ملالہ اپنی کتاب میں دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر قرار دینے کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ مصنفہ شاید نہیں جانتی کہ دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کے برابر قرار دینے کا قانون کسی انسان کا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے۔ ملالہ نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اور اس کے والد نے قرآن کو سمجھ کر پڑھا مگر شاید اس کے نام کو استعمال کرنے والے یہ بھول گئے کہ یہی قرآن یہ واضح کرتا ہے کہ جو اللہ کے قانون کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہی کافر ہیں، وہی ظالم ہیں اور وہی فاسق ہیں۔ ملالہ اپنے باپ ضیاء الدین کے حوالے سے لکھتی ہے کہ قرآن کے الفاظ الہامی ہیں جنھیں تم اپنی مرضی سے تشریح کرنے میں آزاد ہو۔ ملالہ کی قرآن کی تشریح کے بارے میں یہ سوچ اور طالبان کی سوچ خطرناک حد تک مشترکہ ہیں دونوں ہی اپنی مرضی کا اسلام اور اس کی تشریح کر رہے ہیں۔

ملالہ کے ہر دوسرے جملہ میں اس کے والد کا حوالہ اور اس کے خیالات کا اظہار ہے۔ ملالہ کے سرپرست نے ایسے موضوعات کو شامل کروایا جو مسلمانوں اور اسلام مخالف قوتوں کے درمیان تناؤ کا باعث بنتے جا رہے ہیں۔ ملعون سلمان رشدی کی کتاب The Satanic Verses کے حوالے سے آزادی رائے کے حق میں بات کرنا، قادیانیوں کی حمایت کرنا اور یہ کہنا کہ قادیانی اپنے آپ کو تو مسلمان کہتے ہیں جبکہ ہماری حکومت ان کو غیر مسلم سمجھتی ہے، ایسے موضوعات تھے جو مسلمانوں اور اسلام مخالف قوتوں کے درمیان تناؤ کا باعث بنتے ہیں۔ قادیانیوں کے بارے میں یہ لکھنا کیوں ضروری سمجھا گیا کہ قادیانی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں جبکہ ہماری حکومت کہتی ہے کہ وہ غیر مسلم ہیں۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اجماعِ اُمت کے نتیجے میں پاکستان کے آئین میں متفقہ طور پر قادیانیوں (احمدیوں، لاہوری گروپ وغیرہ) کو غیر مسلم کہا گیا ہے۔ ملالہ کو شاید یہ معلوم نہیں کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننے سے انکار کرے وہ مسلمان کہلائے جانے کا ہرگز مستحق نہیں۔ ملالہ کہتی ہے کہ اس کے والد آزادی رائے کے حق پر پختہ یقین رکھتے ہیں۔ ملالہ کو شاید یہ خبر بھی نہ ہو کہ جو اس نے لکھا یہی تو اسلامی دنیا کا مغرب سے جھگڑا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہماری مقدس مذہبی

شخصیات اور عقائد کا مذاق نہ اڑایا جائے اور نہ ہی ان کی توہین کی جائے مگر مغرب وہی بات کرتا ہے جو ملالہ نے اپنی کتاب میں کی ہے۔ ملالہ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اگر کوئی اس کے باپ کو گالی دے تو شاید وہ برداشت نہ کر پائے پھر ایک مسلمان جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید محبت کرتا ہے وہ کس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین برداشت کرسکتا ہے۔

نظریۂ پاکستان کی نفی کرتے ہوئے ملالہ کہتی ہے کہ میں ایک ایسے ملک سے آئی ہوں جو آدھی رات کو تخلیق ہوا اور جب مجھ پر حملہ ہوا تو وہ دن کا درمیانی حصہ تھا ملالہ نے تخلیق پاکستان کو آدھی رات کے وقت قرار دے کر ایسا تاثر دیا ہے کہ جیسے قیامِ پاکستان کوئی غیر قانونی عمل تھا۔ ملالہ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ بدقسمتی سے اس ملک میں بہت سے معصوم بچے اور شہری ایسے ہیں جو دن دیہاڑے سرعام امریکی ڈرون حملوں اور دہشت گردی کی نذر ہوئے ہیں۔

کتاب میں قائداعظم کے لیے لفظ ''جناح'' کا استعمال کرنا اور انھیں ''شیعہ'' کہنا مصنفہ کی تنگ نظری ظاہری کرتا ہے۔ متنازعہ کتاب کے حوالے سے قائداعظم کی ذات کے بارے میں پاکستان کے حصول کو محض رئیل اسٹیٹ قرار دیتی ہے۔ ملالہ کی کتاب میں قائداعظم محمد علی جناح کا ذکر بار بار آیا ہے اور انھیں صرف جناح لکھا گیا ہے۔ قائداعظم کیوں نہیں لکھا گیا؟ کتاب میں ان کی اہلیہ کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ قائداعظم کی اہلیہ رتن بائی پارسی تھیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ قائداعظم سے شادی سے پہلے وہ مولانا شاہ احمد نورانی کے چچا مولانا نذیر احمد صدیقی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئیں اور ان کا نیا نام مریم رکھا گیا۔

ملالہ نظریۂ پاکستان اور قائدِاعظم کے افکار کی نفی کرتے ہوئے کہتی ہے کہ میں پہلے سواتی، پھر پشتون اور بعد میں پاکستانی ہوں۔ ملالہ اپنی کتاب میں لکھتی ہے کہ سوات کے رہنے والے پاکستان سے الحاق پر خوش نہ تھے۔ ملالہ دوقومی نظریے کی نفی کرتے ہوئے لکھتی ہے کہ پاکستان اور انڈیا دو بھائیوں کی طرح ہیں۔ مزید لکھتی ہے کہ آج کل کے حالات میں ہم متحدہ ہندوستان میں رہتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔ کتاب میں ایک جگہ درج ہے ''پاکستان بھارت سے تین جنگیں جیتا نہیں بلکہ ہارا ہے'' کتاب میں ایک جگہ یہ بھی تحریر ہے کہ ''پاکستان کے 50 سالہ جشنِ آزادی کے موقع پر ملالہ کے والد ضیاء یوسف زئی اور ان کے دوستوں نے بازوؤں پر سیاہ پٹیاں باندھی تھیں کیونکہ ان کے خیال میں سوات کو پاکستان میں ضم کرنے سے لوگوں کو کچھ حاصل نہیں ہوا''۔ ملالہ اپنی متنازعہ کتاب میں واضح طور پر اعتراف کرتی ہے کہ اس نے اور اس کے باپ نے پاک آرمی سے گیارہ لاکھ روپے وصول پائے جبکہ دونوں باپ بیٹی نے پاک آرمی پر بھرپور تنقید بھی کی۔ لیکن ملالہ نے اپنی کتاب میں وضاحت نہیں کی کہ اسے اور اس کے باپ کو یہ گیارہ لاکھ روپے آرمی نے کس خدمت کے عوض دیے۔ جبکہ یہ واضح ہے کہ ضیاء الدین سوات میں بطور ڈبل ایجنٹ جانا جاتا تھا۔ دونوں باپ بیٹی نے پاک آرمی پر بھرپور تنقید کرتے ہوئے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ کئی مرتبہ آرمی اور شدت پسند ایک جیسے ہی دکھائی دیے۔ پاک فوج کے

Develpoment Projects تنقید کرتے ہوئے اسے Strange Business کا نام دیتی ہے۔ کتاب میں اسامہ بن لادن پر امریکی حملے کے حوالے سے پاکستانی سکیورٹی فورسز اور ایجنسیوں کے خلاف تنقید اور تبصروں کو بھی موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔ ایبٹ آباد میں اسامہ بن لادن کی موجودگی کی بات کرتے ہوئے ''کتاب والی ملالہ'' لکھتی ہے کہ ہم یہ یقین نہیں کر سکتے کہ پاکستان آرمی کو اسامہ کی موجودگی کا علم نہ تھا۔ کتاب والی ملالہ یہ بھی لکھتی ہے کہ ہر کوئی اس بات پر یقین کرتا ہے کہ آئی ایس آئی کو اسامہ کی ایبٹ آباد میں موجودگی کا علم تھا۔ گویا کتاب والی ملالہ نے وہ سب کچھ کہہ دیا جو امریکہ اور مغرب کے ایجنڈے پر پورا اترتا ہے۔ ملالہ کے خاندان کو شاید یہ احساس ہو گیا ہے کہ ان کے لیے سوات یا پاکستان میں رہنا ممکن نہیں، اس لیے انھوں نے مغرب کے مفادات پورے کرتے ہوئے یہ کتاب تحریر کی تاکہ مغرب کی ہمدردیاں اور غیر ملکی شہریت حاصل کر سکیں۔ ملالہ سے عمومی طور پر پائی جانے والی ہمدردی کا یہ حال تھا کہ اس کے والد کے بارے میں کچھ متنازع معاملات کو میڈیا تک نے کوئی خاص اہمیت نہ دی۔ جب ملالہ کو حملہ کے بعد باہر بھیجا گیا تو حکومت کی طرف سے میڈیا کو یہ اطلاع دی گئیں کہ اس کے والد ضیاءالدین نے حکومت کو بلیک میل کرتے ہوئے دھمکی دی ہے کہ اگر اسے لندن میں پاکستانی ہائی کمیشن میں نوکری نہیں دی جاتی تو وہ اپنی پوری فیملی کے ساتھ وہاں سیاسی پناہ لے لے گا۔ اس وقت کے صدر آصف علی زرداری اور وزیر داخلہ عبدالرحمٰن ملک کے علاوہ دوسرے اور کچھ لوگوں کو بھی پتہ تھا بلکہ ملک صاحب نے یہ بات کچھ لوگوں کو خود بھی بتائی تھی۔ جبکہ ملالہ اور اس کا باپ ضیاءالدین پاکستان کے بطور ایٹمی طاقت ہونے پر بھی نالاں ہیں اور تنقید کرتے نظر آتے ہیں۔ اسی طرح پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کے بارے ناپسندیدہ ریمارکس سمیت ایک جگہ ملالہ کا حوالہ دے کر لکھا گیا ہے۔ پاکستان کے نیوکلیئر پروگرام کے بارے میں کتاب والی ملالہ اپنے باپ کا حوالہ دے کر لکھتی ہے کہ اگر ہمارے سیاستدانوں نے ایٹم بم پر اتنا پیسہ خرچ نہ کیا ہوتا تو یہاں بہت سے سکول بن سکتے تھے۔ امریکی صدر اوباما کی طرف سے افغانستان میں اکیس ہزار مزید فوجی بھجوانے کے حوالے سے کتاب والی ملالہ لکھتی ہے کہ امریکہ اب افغانستان سے زیادہ پاکستان کے بارے میں پریشان ہے اور اس کی پریشانی کی وجہ میری جیسی لڑکیاں یا سکول نہیں بلکہ پاکستان کے 200 ایٹم بم ہیں۔ وہ کہتی ہے کہ امریکا اس لیے پریشان ہے کہ ان ایٹم بموں کو کون کنٹرول کرے گا۔

ملالہ اپنے باپ ضیاءالدین کو فالکن کا خطاب دیتی ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ضیاءالدین نے پاکستان ہائی کمیشن کا سرکاری ملازم ہوتے ہوئے حکومت پاکستان کے مؤقف کے برخلاف اور مغربی ایجنڈے کی تکمیل کرتے ہوئے غدار شکیل آفریدی کی رہائی اور امریکہ حوالگی کا مطالبہ کیا اور عافیہ صدیقی کو دہشت گرد قرار دیا۔ پاکستانی مؤقف کے برخلاف ضیاءالدین نے پاکستان پر ہونے والے امریکی ڈرون حملوں کو بھی جائز قرار دیا اور مغربی مطالبات کو دہرا کر اپنے غدار او

رمغربی ایجنٹ ہونے کا ثبوت دیا۔ضیاء الدین نے غداری کا ثبوت دیتے ہوئے غدار شکیل آفریدی کی رہائی کا مطالبہ کرتے ہوئے ایک لمحے کے لیے بھی نہ سوچا کہ غدار شکیل آفریدی کی جعلی پولیو مہم کی بدولت اس سال پولیو متاثرین کی تعداد 202 ہوگئی ہے اور پاکستان نے ۱۴ سال بعد اپنا ہی ریکارڈ توڑ دیا ہے۔محکمہ صحت کے مطابق ۵۴ ہزار ۶۱۱ والدین نے بچوں کو قطرے پلانے سے انکار کر دیا اور پنجاب میں چار ہزار ۴۱۴ خاندانوں نے اپنے بچوں کو پولیوں کے قطرے پلانے سے انکار کیا۔اور اب تک پولیو ٹیموں پر ہونے والے حملے اور ہلاکتوں کے ذمہ دار غدار شکیل آفریدی اور اس کا سرپرست امریکہ ہے اور یقیناً غدار کا ساتھی بھی غدار ہی ہوتا ہے۔ضیاء الدین ایک ایسا غدار جس نے ہر موقع پر مخصوص مفادات کے لیے پاکستان کو بلیک میل کر کے مفادات حاصل کیے اور اپنے مادرِ وطن کو بدنام بھی کیا۔

گزشتہ ماہ جب ملالہ کو ایمنسٹی انٹرنیشنل نے ''ضمیر کے سفیر'' کا ایوارڈ آئرلینڈ کے مشہور گلوکار و موسیقار بونو کے ہاتھوں دلوایا تو ایوارڈ دیتے وقت بونو نے ملالہ سے گرم جوشی سے مصافحہ کیا اور کافی دیر اس کا ہاتھ تھامے رکھا۔بونو کے اس طرزِ عمل پر ملالہ گھبرا گئی اور جب اس نے اس کا ذکر شکایتی انداز میں اپنے والد ضیاء یوسف زئی سے کیا تو اس کے والد نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا ''ملالہ میں تمہیں طالبان سے تو بچا سکتا ہوں مگر بونو سے نہیں'' شاید ضیاء یوسف زئی نے ٹھیک ہی کہا تھا کیونکہ ملالہ طالبان سے تو بچ گئی مگر اسلام اور پاکستان دشمنوں سے نہیں بچ سکی۔دنیا کی سب سے بڑی پبلک ریلیشن فرم ایڈلمین (Edelman) اور کرسٹینا لیمب جیسے لوگ ملالہ کو ''گلوبل برانڈ'' میں تبدیل کر کے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔

☆......☆......☆